امام کے اوصاف
(نہج البلاغہ کی روشنی میں)

روشن علی*

امام کا لغوی واصطلاحی مفہوم

لفظ امام مادہ اَمَّ سے نکلا ہوا ہے، جس کے معنی ہیں: قوم کا امام بننا، پیشوا بننا یا رہبر بننا۔ چاہے وہ امام عادل ہو یا ظالم۔اس کی گواہی قرآن کریم کی ان آیات سے ملتی ہے کہ:"وَجَعَلْنَاهُمْ اَئِمَّةً يَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا۔"(1)اور ہم نے انہیں امام بنایا وہ لوگوں کی ہدایت کرتے ہیں ہمارے حکم سے۔اس آیت کریمہ میں امام سے مراد امام عادل ہے۔دوسری آیت کریمہ ہے کہ:"وَجَعَلْنَاهُمْ اَئِمَّةً يَّدْعُوْنَ اِلَى النَّارِ۔"(2)اور ہم نے انہیں امام بنایا جو لوگوں کو (جہنم کی) آگ کی طرف بلاتے ہیں۔اس آیت کریمہ میں امام سے مراد امام ظالم ہے۔

مجمع البحرین میں امامت کی تعریف اس طرح بیان ہوئی ہے:الامامة: هي الرئاسة العامة على جميع الناس، فاذا اخذت لا بشرط شیء تجامع النبوة و الرسالة، و اذ اخذت بشرط لا شیء لا تجامعها۔(3)امامت تمام لوگوں پر ایک عمومی سرداری و رہبری ہے،اگر بغیر کسی شرط کے ہو تو اس میں نبوۃ اور رسالت دونوں شامل ہو جاتے ہیں اور اگر کسی شرط کے ساتھ مشروط ہو تو اس میں نبوۃ و رسالت شامل نہیں ہوتے۔

---

*۔ اسسٹنٹ پروفیسر اسلام آباد ماڈل کالج فار بوائز، ایف 10/3 اسلام آباد

اور قاموس فقہی میں اس طرح بیان ہوئی ہے: الامامة رئاسة عامة فی الدین و الدنیا خلافة عن النبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم۔(4)امامت عمومی سرداری ہے دین اور دنیا کے تمام معاملات میں جو نیابت و خلافت نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں انجام پائے۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ امامت ایک قسم کی رہبری، سرداری اور حکمرانی وغیرہ ہے، اگر یہ اللہ کی طرف سے عطا کردہ ہو تو اس نبوت و رسالت بھی شامل ہو جاتے ہیں اور اگر نبی نیابت ہو تو اس میں خلافت اور حکومت شامل ہو جاتے ہیں۔

امامت اصطلاح میں مکتب اہل بیت کے پاس اس مراد امامت ائمہ اہل بیت علیہم السلام ہے جو امیر المؤمنین امام علی علیہ السلام سے لے کر امام مہدی عجل اللہ فرجہ الشریف تک ہے۔ ہمارا موضوع بحث زیادہ تر ائمہ اہل کے اوصاف بیان کرنا ہے۔

امام کی ضرورت و اہمیت

امام کا ہر دور میں ہونا ضروری ہے کیوں کہ امام کی معرفت نجات کا ذریعہ ہے۔ ہمارے نبی پاک صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ: " من مات و لم یعرف امام زمانه مات میتة جاهلیة۔ "(5)جو شخص مر جائے اور اپنے وقت کے امام کو نہ پہچانے اس کی موت جہالت والی موت ہے۔

اسی طرح قرآن کریم میں بھی ارشاد ہے کہ: "یَوۡمَ نَدۡعُوۡا کُلَّ اُنَاسٍۭ بِاِمَامِهِمۡ۔(بنی اسرائیل: ۷۱) قیامت کے دن ہم ہر انسان کو اپنے اپنے امام کے ساتھ بلائیں گے۔

اس سے یہی واضح ہو رہا ہے کہ ہر زمانے میں امام کا ہونا ضروری ہے تاکہ لوگ ہلاکت اور گمراہی سے محفوظ رہیں اور جہالت کے اندھیروں کو توڑتے ہوئے معرفت اور ہدایت حاصل کریں۔

حضرت علی علیہ السلام ائمہ اہل بیت کے متعلق ارشاد فرماتے ہیں کہ:-"انّما الائمّةُ قوامُ اللهِ علیٰ خلقهٖ و عُرفائهُ علی عبادِهٖ، ولایدخُلُ الجنّةَ الّا مَن عَرَفهم و عرفوه ولایدخلُ النّارَ الّا مَن انکرهم و انکروه۔(6) درحقیقت ائمہ اللہ کی طرف سے اس کی مخلوق پر مقرر کئے ہوئے حاکم ہیں، اس کی طرف

سے اس کے بندوں پر اس کے نمائندے ہیں، وہی شخص جنت کا سزاوار ہوگا جو خود بھی ان کی معرفت رکھتا ہو اور وہ بھی اسے پہچانتے ہوں اور وہی شخص دوزخ میں جائے گا جو ائمہ کا منکر ہو اور ائمہ بھی اس سے کنارہ کش ہوں۔

یہاں سے واضح ہو رہا ہے کہ ائمہ علیہم السلام کی معرفت کے بغیر نہ جنت مل سکتی ہے اور نہ ہی کوئی ہدایت حاصل کر سکتا ہے کیونکہ وہ اللہ کی طرف سے معین کردہ ہیں اور سرچشمہ ہدایت ہوتا ہے۔

حضرت علی علیہ السلام نے جب خوارج کا قول لا حکم الّا للہ سنا تو ان کے جواب میں ارشاد فرمایا کہ:۔"کلمة حق یراد بها الباطل نعم انّه لا حکم الّا لله و لکن هٰؤلآء یقولون لا امره الّا لله و انّه لابدّ للنّاس من امیر برّ او فاجر امّا الامرةُ البرّةُ فیعملُ فیها التّقیّ امّا الامرةُ الفاجِرةُ فَیَتَمَتَّعُ فیها الشّقیُّ الی ان تنقطِعَ مُدّتُهٗ و تُدرِکَهٗ مَنِیَّتُهٗ۔(7) یہ جملہ تو صحیح ہے مگر جو مطلب وہ لیتے ہیں وہ غلط ہے۔ہاں بے شک حکم اللہ ہی کے لیے مخصوص ہے۔ مگر یہ لوگ تو یہ کہنا چاہتے ہیں کہ حکومت بھی اللہ کے علاوہ کسی کی نہیں ہو سکتی۔ حالانکہ لوگوں کے لیے ایک حاکم کا ہونا ضروری خواہ وہ اچھا ہو یا برا ہو، اگر حکومت نیک اور صالح ہو گی تو اس میں متقی و پرہیزگار انسان اچھے اعمال کرتا ہے۔ اگر حکومت فاجر ہو گی تو اس میں بدبخت لوگ جی بھر کر لطف اندوز ہوتے ہیں یہاں تک کہ ان کا زمانہ ختم ہو جائے اور موت انہیں پا لے۔

خوارج کا مقصد یہ تھا کہ حکومت بھی اللہ ہی کی ہے جس میں کسی بھی انسان کو حکومت کرنے کا حق حاصل نہیں ہے تو حضرت علی علیہ السلام نے ان کو یہ جواب دیا کہ واقعی حکومت اللہ ہی کی ہے لیکن اس کو چلانے کے لیے اللہ کے بندے ہی ہیں۔ لہٰذا ہر صورت میں حکومت کا ہونا ضروری ہے چاہے اس حکومت کو چلانے والا امام نیک اور صالح ہو یا فاجر ہو۔

اس خطبے میں امام علی علیہ السلام اس اہم نکتے کی طرف اشارہ فرماتے ہیں کہ امارت و حکومت کے درمیان کیا فرق ہے؟ حاکمیت مطلقہ تو صرف اللہ تعالی کے لیے ہے قانون اور اس کا نفاذ، امر و نہی اور معاشرے کی کلی سیاست کی تشکیل دراصل اللہ کی رضا اور اس کے حکم سے ہونی چاہیے لیکن امارت جو سربراہی، رہبری اور

سرپرستی کے سوا کچھ نہیں۔ یہ ایسی چیز ہے جو اللہ کے بندوں کے سپرد کی گئی ہے اور کوئی معاشرہ اس سے بے نیاز نہیں ہے۔ بہر حال اگر معاشرہ صالح ہوگا تو صالح اور صحیح حاکمیت کو قبول کرے گا، اور اگر غیر صالح ہوگا اور رہبری کی تشخیص اس میں نہ ہوگی تو یہی امر، ظالم اور غیر صالح افراد کے تسلط کا باعث بن جائے گا۔ بہر حال حضرت علی علیہ السلام کے نظریہ کی روشنی میں بنیادی طور پر حاکمیت ور ہبری کی ضرورت سے کسی طرح بھی انکار نہیں کیا جا سکتا۔ پس کوئی بھی معاشرہ بغیر رہبر اور حاکم کے اپنا وجود برقرار نہیں رکھ سکتا۔ چاہے وہ صالح اور قانونی ہو یا غیر صالح اور غیر قانونی ہو۔ کیونکہ اسی حاکم کے ذریعے امن اور امان قائم رہتا ہے، عدل اور انصاف قائم ہوتا ہے، ہر شخص کو اپنا حق ملتا ہے اور ہر ایک کو عمل کی آزادی ملتی ہے چاہے وہ مؤمن ہو یا شقی اور بدبخت ہو یا کافر ہو۔ کیونکہ اگر کوئی بھی حاکم نہ ہو تو اس وقت فتنہ اور فساد بڑھ جائے گا اور معاشرے کا امن اور امان تباہ و برباد ہو جائے گا لہٰذا ہر صورت میں ایک حاکم کا ہونا ضروری ہے جو اس فتنہ اور فساد کو روک سکے ۔ جس کے بارے میں حضرت علیؑ ارشاد فرماتے ہیں کہ:۔"والٍ ظلومٌ غشومٌ خیرٌ من فتنةٍ تدومُ۔(8) ظالم حاکم بہتر ہے اس فتنہ سے جو طول پکڑ لے۔ اسی طرح ایک اور قول میں ارشاد فرماتے ہیں:۔" أسدٌ حُطومٌ خیرٌ من سُلطانٍ ظلومٍ و سُلطانٌ ظلومٌ خیرٌ من فِتنٍ تَدومُ۔" شیرِ درندہ بہتر ہے ظالم حاکم سے اور ظالم حاکم بہتر ہے اس فتنہ سے جو طول پکڑ لے۔

ان اقوال سے یہ واضح ہوتا ہے کہ حکومت کا ہر حال میں ہونا ضروری ہے چاہے وہ حاکم ظالم ہی کیوں نہ ہو، اس لیے کہ اس حاکم کی وجہ سے اس فتنہ اور فساد کو روکا جائے گا جو انسان کی زندگی تنگ کر دیتا ہے اور معاشرے سے امن وامان اور سکون کو برباد کر دیتا ہے۔

معاشرے میں امام کی حیثیت

حاکم ہی ہے جو عوام کے افراد کو آپس میں جوڑے رکھتا ہے اور انہیں بکھرنے سے بچاتا ہے:۔" ومکانُ القیِّمِ بِالامْرِمکانُ النِّظامِ مِنَ الخَرَزِ یجمعهُ و یَضُمُّهُ فاِن انْقطع النِّظامُ تفرّقَ الخرَزُ و ذَهبَ ثُمّ لم یجتَمِع

بِحَذافِیرِہٖ ابداً۔(9)امورِ سلطنت میں حاکم کی حیثیت وہی ہوتی ہے جو مہروں میں ڈورے کی جو کہ انہیں سمیٹ کرر کھتاہے۔جب ڈوراٹوٹ جائے توسب مہرے بکھر جاتے ہیں اور پھر کبھی سمٹ نہیں سکتے۔

اس خطبے کی وضاحت کرتے ہوئے علامہ مفتی جعفر حسین لکھتے ہیں:۔"حضرت کا ارشاد ہے کہ حاکم کی حیثیت ایک محور کی ہوتی ہے جس کے گرد نظام مملکت گھومتا ہے،ایک بنیادی اصول کی حیثیت رکھتاہے اور کسی خاص شخصیت کے متعلق نہیں ہے۔ چنانچہ حکمران مسلمان ہو یاکافر، عادل ہو یا ظالم، نیک عمل ہو یا بدکردار مملکت کے نظم ونسق کے لیےاس کاوجود ناگزیر ہے۔"

امام کے شرائط اور اوصاف

(۱)امام خاندان قریش سے ہو

امامت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نیابت اور خلافت کا نام ہے مختلف طرق سے آپؐ کا ارشاد ہے کہ سارے امام قریش خاندان سے ہونگے۔اسی طرح حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں:"اِنَّ الائِمّۃَ مِن قریشٍ غُرِسوا فی ھٰذا البَطنِ مِنْ ھاشِمٍ لاتصلحُ علیٰ سواھِمْ ولاتَصْلحُ الولاۃُ مِنْ غیرِھم۔"(10) بلا شبہ امام، قریش میں سے ہوں گے جو اسی قبیلے کی ایک شاخ بنی ہاشم کی کشت زار سے ابھریں گے۔نہ امامت کسی اور کو زیب دیتی ہے اور نہ ان کے علاوہ کوئی اس کا اہل ہو سکتاہے۔

(۲) اعلم واقویٰ

امام کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنے زمانے میں تمام لوگوں سے زیادہ علم والا ہو، کیونکہ امامت ایک منصب الٰہی ہے جو اہلیت کی بنیاد پر ملتاہے اور اسی علم کی وجہ سے ہی آدم علیہ السلام مسجود ملائکہ بنے اور اسے زمین کی نیابت کا شرف ملا۔

حضرت علی علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں:۔ایّھا النّاس انّ احقّ النّاس بھٰذا الامرِ اقوایھم علیہ و اعلمھم بامرِاللہِ فیہ۔(11)اے لوگو! تمام لوگوں میں اس امامت وخلافت کا اہل وہ ہے، جو اس کو چلانے کی سب سے زیادہ قوت رکھتاہو اور اس کے بارے میں اللہ کے احکام کو سب سے زیادہ جانتاہو۔

ائمہ اہل بیت ہی اس منصب کہ اہل ہیں کیونکہ علم ،طاقت اور تمام کمالات میں تمام لوگوں سے افضل ہیں۔حضرت علی علیہ السلام اہل بیت رسول صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق اس طرح بیان کرتے ہیں کہ :۔این الذّین زعموا انّھم الرّاسخونَ فی العلمِ دوننَا کذِباً و بغیاً علینا، انْ رَفَعَنَا اللہُ ووضعھم ، واعطانا و حرمھم، و ادخلنا و اخرجھم، بِنا یُستَعْطیٰ الھُدیٰ یُستَجْلی العَمیٰ۔(12)کہاں ہیں وہ لوگ ،جو یہ ادعا کرتے ہیں کہ ہمارے بجائے وہی راسخون فی العلم ہیں،اور یہ خیال صرف جھوٹ اور ہمارے خلاف بغاوت سے پیدا ہوا ہے، بے شک اللہ نے ہم کو بلند کیا ہے اور ان کو پست کیا ہے اور ہمیں عطا کیا ہے اور انہیں محروم رکھا ہے ہمیں اپنی رحمت میں داخل کیا ہے اور ان کو خارج کیا ہے، ہم ہی سے ہدایت کی طلب کی جاسکتی ہے اور ہم ہی سے گمراہی کی تاریکیوں کو چھانٹنے کی خواہش کی جاسکتی ہے۔

(۳) منصوص ہو

امام حق منصوص من اللہ ہوتا ہے،اس کے لیے یا براہ راست اللہ کی طرف سے کوئی نشانی آتی ہے یا اللہ کے حکم سے اس کا رسول صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی کو امام بنائیں۔ائمہ اہل بیتؑ کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وصیت حدیث ثقلین میں موجود ہے☆اسی حضرت علی علیہ السلام کا نہج البلاغہ میں ارشاد ہے کہ :۔ "لا یقاسُ بآل محمد صلّی اللہ علیہ و آلہ من ھٰذہٖ الاُمّۃِ احدٌ ولا یسوّی بھم من جرّت نعمتھم علیہ ابداًھم اساسُ الدّین و عمادُ الیقین الیھم یفیئُ الغالی و بھم یُلحق التّالی و لھم خصائص حقِّ الولایۃ و فیھم الوصیۃ و الوراثۃ ، الان رجع الحق الیٰ اھلہ و نقل الی منقلہ۔(13)اس امت میں کسی بھی فرد کو آل محمد صلّی اللہ علیہ وآلہ کا ہم پلہ قیاس نہیں کیا جاسکتا، جس شخص پر ان کے احسان جاری وساری ہوں،وہ کبھی ان کے برابر نہیں ہوسکتا وہ دین کی اساس ہیں، یقین کے ستون ہیں لہٰذا آگے جانے والے ان ہی کی طرف پلٹیں گے اور پیچھے رہ جانے والوں کو ان ہی سے آکر ملنا ہوگا حقِّ ولایۃ کی ساری خصوصیات ان ہی کے لیے ہیں،(اللہ کے رسولؐ)وصیت اور وراثت بھی انہی کے ساتھ مخصوص ہے

یہاں ائمہ علیہم السلام کی درج ذیل صفات بیان ہوئی ہیں

1) ان کا ہم پلہ کوئی نہیں

2) تمام لوگوں پر ان کے احسانات ہیں

3) دین کی بنیاد ہیں

4) یقین کے ستون ہیں

5) تمام لوگوں کا مرکز و محور ہیں

6) رسولؐ اللہ کے وصی اور وارث ہیں

(۳) مقام ائمہ اہل بیت

اور اہل بیت کے متعلق ارشاد فرماتے ہیں: ''ھم موضعُ سِرّہٖ، و لجاءُ امرِہٖ، و عیبۃُ علمِہ، و موئلُ حِکَمِہٖ، و کھوفُ کتبِہ و جبالُ دینہٖ بھم اقامَ انحناءَ ظَھرِہٖ و اذھبَ ارتِعادَ فرائِصِہ۔'' (14) وہ راز خدا کے امین ہیں، اس کے دین کی پناہگاہ ہیں، علم الٰہی کے مخزن ہیں، اس کی حکمتوں کے مرجع ہیں، اس کے کتب کی گھاٹیاں ہیں اور اس کے دین کے پہاڑ ہیں، انہی کے ذریعے اللہ نے اس کی پشت کا خم سیدھا کیا اور اس کے پہلوؤں سے ضعف کی کپکپی دور کی۔

یہاں ائمہ علیہم السلام کی درج ذیل صفات بیان ہوئی ہیں:

(i) راز خدا کے امین

(ii) دین کی پناہ گاہ

(iii) علم کے مخزن

(iv) حکمت الٰہی کے مرجع

(v) کتابوں کی گھاٹیاں

(vi) دین کے پہاڑ

اور حضرت علی علیہ السلام ائمہ اہل بیت کے متعلق ارشاد فرماتے ہیں: ''هُمْ عيشُ العلمِ و موتُ الجهلِ يُخبرُكم حلمُهم عن علمِهم و ظاهرُهم عن باطنِهم و صمتُهم عن حِكَمِ منطِقِهم، لايُخالفونَ الحقَّ ولايَختَلفونَ فيه، هم دعائمُ الاسلامِ بهم عادَ الحقُّ فى نِصابِهٖ وانْزاحَ الباطِلُ عن مقامِهٖ وانقطع لسانُهٗ عن منبَته وانْزاحَ الباطِلُ عن مقامِهٖ وانقطع لسانُهٗ عن منبَته عقلوا الدِّينَ عقلَ وعايةٍ و رعايةٍ۔''(15) وہ علم کے لیے باعث حیات ہیں، جہالت کے لیے باعثِ موت ہیں، ان کا حلم ان کے علم کا پتہ دیتا ہے، ان کا ظاہر ان کے باطن کا پتہ دیتا ہے، ن کی خاموشی ان کے کلام کی حکمتوں کا پتہ دیتی ہے، وہ نہ حق کی خلاف ورزی کرتے ہیں اور نہ اس میں اختلاف پیدا کرتے ہیں، وہ اسلام کے ستون ہیں، اور بچاؤ کا ٹھکانا ہیں، ان کی وجہ سے حق اپنے اصلی مقام پر پلٹ آیا، باطل اپنی جگہ سے ہٹ گیا اور اس کی زبان جڑ سے کٹ گئی، انہوں نے دین کو سمجھ کر اور اس پر عمل کر کے اسے پہچانا۔

یہاں ائمہ علیہم السلام کی درج ذیل صفات بیان ہوئی ہیں

(i) علم کی حیات ہیں

(ii) جہالت کی موت ہیں

(iii) حلیم و علیم ہیں

(iv) ظاہر و باطن ایک ہے

(v) خاموش ہوں تب بھی حکمت ہے

(vi) حق کے محافظ ہیں

(vii) دین کے ستون ہیں

(viii) بچاء کی پناہ گاہ ہیں

(ix) باطل کے دشمن ہیں

(۴) سرچشمہ ہدایت ہو

ائمہ اہل بیت سرچشمہ ہدایت ہیں ان کے بغیر کسی کو ہدایت حاسل نہیں ہو سکتی۔ زمین پر بسنی والی تمام مخلوقات کے لیے آسمان کے ستاروں کی مانند ہیں جن کا نور ایک لمحے کے لیے بھی منقطع نہیں ہوتا۔ اس کے متعلق حضرت علی علیہ السلام کا ارشاد ہے کہ :۔ ’’الا انّ مثل آلِ محمدٍ صلّی اللہ علیہ و آلہٖ وسلّم کمثَلِ النُّجومِ السَّمائِ اذا خویٰ نجمٌ طلع نجمٌ فکانّکُم قد تکاملتْ مِن اللہِ فیکم الصَّنائعُ و اراکم ما کنتُم تأملونَ۔‘‘ (16) تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ آل محمد صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم آسمان کے ستاروں کے مانند ہیں۔ جب ایک ڈوبتا ہے تو دوسرا ابھر آتا ہے، گویا تم پر اللہ کی نعمتیں مکمل ہو گئی ہیں اور جس پر تم آس لگائے بیٹھے ہوئے تھے، وہ اللہ نے تمہیں سکھا دیا ہے۔

(۵) رسولؐ کے علم کا خزانہ دار اور دروازہ

حضرت علی علیہ السلام رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علم کا دروازہ ہونے کے بارے میں فرماتے ہیں :۔ ’’نحنُ الشِّعارُ و الاصْحابُ والخزنۃُ والابوابُ ، لاتؤتَی البیوتَ الّا مِن ابوابِہا ، فَمَنْ اتاھا مِن غیرِ ابوابِہا سمّیٰ سارِقاً۔‘‘ (17) ہم قریبی تعلق رکھنے والے اور خاص ساتھی اور خزانہ دار اور دروازے ہیں اور گھروں میں دروازوں ہی سے آیا جاتا ہے اور جو دروازوں کو چھوڑ کر کسی اور طرف سے آئے اس کا نام چور ہوتا ہے۔

ابن ابی الحدید اس قول کی وضاحت میں لکھتے ہیں: "ای خزنۃُ العلمِ و ابوابہٖ قال رسولُ اللہِ صلّی اللہ علیہ و آلہ وسلّم انا مدینۃ العلم و علیٌ بابھا ، و من اراد الحکمۃ فلیأتِ البابَ و قال صلّی اللہ علیہ و آلہ وسلّم فیہ علیہ السلام : خازنُ علمی ، و تارۃً اُخریٰ عیبۃُ علمی۔" علم کے خزانے اور اس کے دروازے" اس بارے میں رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قول ہے : میں علم کا شہر ہوں اور علیؑ اس کا دروازہ ہے اور جو حکمت چاہتا ہو، اسے دروازے کے پاس آنا چاہیے اور آپ علیہ السلام کے بارے میں آپ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے خازن علمی (میرے علم کے خزانے دار) اور کبھی کبھی عیبۃ علمی (میرے علم کو محفوظ رکھنے والے) فرماتے تھے۔

اسی طرح ایک حدیث پاک میں آپ ؐ کا ارشاد پاک ہے کہ :۔"انا مدینۃ العلمِ وعلی بابھا فمن ارادَ العلمَ فلیأتِ الباب۔ میں علم کا شہر ہوں اور علیؑ اس کا دروازہ ہے، جو علم کا ارادہ کرے اسے چاہیے کہ دروازہ سے آئے۔

جس طرح حضرت علی علیہ السلام رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علم کا دروازہ ہے اسی طرح آپ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حکمت کا بھی دروازہ ہے ،اس بارے میں ایک حدیث پاک میں ارشاد ہے کہ :۔"انا دارالحکمۃ وعلیؑ بابھا۔ میں حکمت کا گھر ہوں اور علیؑ اس کا دروازہ ہے۔

(٦)عادل ہو

امام عادل ہو، کیونکہ اسلام دین عدل ہے اور وہ چاہتا ہے کہ عوام کی ذمہ داریوں کی باگ ڈور عادل لوگوں کے ہاتھوں میں ہو جیساکہ حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں:۔"فاعلم اِنّ افضَل عِبادِاللہِ عند اللہِ امامٌ عادِلٌ ، ھُدِیَ و ھُدَی، فاقامَ سُنَّۃً معلومۃً وَاَماتَ بِدْعۃً مجھولۃً ۔"(18) پس جان لو کہ اللہ کے بندوں میں اللہ کے نزدیک سب سے افضل وہ امام ہے جو عادل ہو، وہ امام جو خود بھی ہدایت یافتہ ہو اور دوسروں کی ہدایت بھی کرے اور وہ معروف سنتوں کو قائم کرے اور غیر معروف وجاہلانہ بدعتوں کو مردہ کرے۔

اسی طرح قرآن کریم میں بھی ارشاد باری تعالی ہے کہ :۔"و جَعَلْنَاھُم اَئِمَّۃً یَھدونَ بِاَمرِنَا و اَوحَیْنَا الیھم فِعْلَ الْخَیراتِ وَ اِقامَ الصَّلوٰۃِ وَ اِیتَاءَ الزَّکوٰۃِ وَ کانُوْا لَنَا عَابِدِیْنَ۔(انبیاء: ۷۳) اور ہم نے ان کو لوگوں کا امام قرار دیا ہے وہ ہمارے حکم سے لوگوں کی ہدایت کرتے ہیں اور ہم نے ان کی طرف وحی کی نیک اور اچھے کام انجام دینے کی اور نماز پڑھنے کی اور زکوۃ دینے کی اور یہ سب ہمارے عبادت گزار بندے ہیں۔

(٧)امام کے مزید اوصاف

حضرت علی علیہ السلام امام کے اوصاف بیان کرتے ہیں کہ :"قد عَلِمتُم انّہُ لاینبَغِی ان یکون الوالی علی الفُرُوجِ والدِّماءِ والمغانمِ والاحکامِ و امامۃِ المسلمینَ البخیلُ فتکون فی اموالھم نھمتہٗ، ولا الجاھلُ فیضلّھم بجھلہٖ، ولا الجافی فیقطعھم بجفائِہ ، ولا الحائفُ للدّوَلِ فیتتّخِذَ قوماً دون قومٍ، ولا المرتشِی فی الحُکمِ

فیُذھِبُ بالحقوقِ ویقفُ بھا دونَ المقاطع، ولا المعطّلُ للسُّنَّۃِ فیُھلکَ الامّۃ۔" (19) تمہیں یہ معلوم ہے کہ ناموس، خون، مال غنیمت، احکام اور مسلمانوں کی امامت ور ہبری کے لیے کسی طرح مناسب نہیں کہ کوئی بخیل حاکم ہو، کیونکہ اس کا دانت مسلمانوں کے مال پر لگا رہے گا۔ اور نہ کوئی جاہل حاکم ہو کیونکہ وہ اپنی جہالت کی وجہ سے گمراہ کرے گا، اور نہ کوئی ظالم حاکم ہو کیونکہ وہ اپنے ظلم اور جور سے لوگوں کو پریشان کردے گا، اور نہ کوئی مال اور دولت میں بے راہ روی کرنے والا ہو کیونکہ وہ کچھ لوگوں کو دے گا اور کچھ لوگوں کو محروم کردے گا، اور نہ فیصلہ کرنے میں رشوت لینے والا ہو کیونکہ وہ دوسروں کے حقوق کو رائیگاں کردے گا اور انہیں انجام تک نہ پہنچائے گا اور نہ کوئی سنت کو بیکار کرنے والا حاکم ہو کیونکہ وہ امت کو تباہ و برباد کردے گا۔

اس میں سے درج ذیل صفات واضح ہوتی ہیں

(i) بخیل نہ ہو سخی ہو

(ii) جاہل نہ ہو عالم ہو

(iii) ظالم نہ ہو عادل ہو

(iv) بے راہ رو نہ ہو ہدایت یافتہ ہو

(v) راشی نہ ہو منصف ہو

(vi) سنت کو توڑنے والا نہ ہو اسے زندہ کرنے والا ہو

امام سنّت کو توڑنے والا نہ ہو کیونکہ سنت ایک ایسا سیدھا اور معروف راستہ ہے جس پر چل کر انسان دنیا اور آخرت میں کامیابی حاصل کر سکتا ہے۔ اس کے متعلق قرآن کریم کا ارشاد ہے کہ: لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ۔ تمہارے لیے رسولؐ کی زندگی میں بہترین نمونہ عمل ہے۔

اگر کوئی امام ہی ایسا ہو جو خود سنتوں کو توڑنے والا ہو تو یقیناً وہ عوام کو تباہی کے کنارے پر جا کھڑا کرے گا۔اس لیے ضروری ہے کہ امام ایسا ہو جو سنتوں کو قائم کرنے والا اور ان پر عمل کرنے والا ہو تا کہ عوام اس کی اقتدا کرتے ہوئے دنیا اور آخرت کی کامیابیاں حاصل کرے۔

(۸) سیاسی بصیرت والا ہو

امام کی سیاسی بصیرت اتنی زیادہ ہونی چاہیے کہ وہ کسی بھی موڑ پر بیوقوفی دکھاتے ہوئے اپنے آپ کو دھوکا نہ دے۔ حضرت علی علیہ السلام بحیثیت امام اپنی سیاسی بصیرت کے بارے میں ارشاد فرماتے ہیں کہ:۔ ''اِنّ مَعِیَ لبصِیرَتی مَا لبَستُ، ولا لُبِسَ علیَّ ، اِنّی لَعلیٰ یقِینٍ مِن ربِّی، و غیرِ شُبھۃٍ مِن دِینی۔'' (20)میرے ساتھ میری بصیرت ہے نہ کبھی میں نے اپنے آپ کو خود دھوکا دیا ہے،اور نہ ہی مجھے دھوکا دیا گیا ہے، میں اپنے پروردگار کی طرف سے یقین کے درجہ پر فائز ہوں اور مجھے اپنے دین کی حقانیت کے بارے میں کوئی شک وشبہ نہیں ہے۔

(۹)سیاسی زاہد ہو

امام ایسے شخص کو ہونا چاہیے جو کبھی بھی حکومت کی طلب نہ رکھتا ہو۔اسی لیے جب لوگوں نے حضرت علی علیہ السلام کے ہاتھ پر بیعت کرنا چاہی تو آپ علیہ السلام نے انہیں فرمایا:۔''دَعونی والتمِسوا غَیرِیْ فَاِنّا مستقبلونَ امراً له وُجوہٌ و الوانٌ۔'' (21)مجھے چھوڑ دو اور میرے علاوہ کوئی اور ڈھونڈ لو، ہمارے سامنے ایک ایسا معاملہ ہے جس کے کئی رخ اور کئی رنگ ہیں۔

اور حکومت کو بے قیمت سمجھتا ہو:۔"لالفیتُ دنیاکم ھٰذہٖ ازھدُ عندی من عطفۃِ عِنزٍ۔اور تم اپنی دنیا کو میری نظروں میں بکری کی چھینک سے بھی زیادہ ناقابل اعتنا پاتے۔

(۱۰)متقی و پرہیزگار ہو

امام علی علیہ السلام حضرت مالک اشتر کو جو سیاسی عہد نامہ عطا کیا تھا،اس میں اسے بار بار سیاسی روش کے تحت تقویٰ وزہد، خداترسی اور پرہیزگاری کی طرف متوجہ کرتے ہیں:۔ ''امرہٗ بِتقوی اللهِ وایثارِ طاعتِہٖ ۔ و

اتّباعِ ما امر بہٖ من فرائضہٖ وسُننِہٖ الّتی لا یسعَدُ احدٌ الّا بِاِتّباعِہٖ ولا یشقیٰ الّا بِجُحودِھا واِضاعتِھا۔"(22)انہیں حکم ہے کہ اللہ کا خوف کریں،اس کی اطاعت کو مقدم سمجھیں،اور جن فرائض و سنن کا اس نے اپنی کتاب میں حکم دیا ہے ان کا اتباع کریں، کہ انہی کی پیروی سے سعادت اور اور انہی کے ٹھکرانے اور برباد کرنے سے بدبختی دامن گیر ہوتی ہے۔

اللہ کی مدد تو کوئی انسان کر نہیں سکتا یہاں پر اللہ تعالیٰ کی مدد سے مراد اللہ تعالیٰ کے دین پر عمل کرتے ہوئے اسے آگے پھیلانا ہے لہٰذا امام اسلامی ایسا ہو کہ وہ ہر وقت اللہ تعالیٰ کی مدد کے لیے اپنے آپ کو تیار رکھے:۔"وان یَّنصرَ اللہُ سبحانہٗ بِقلبِہٖ و یدِہٖ و لسانِہٖ فاِنہٗ جلّ اسمُہٗ قد تکفّل بِنصرِ مَن نصرہٗ واعْزازِ مَن اعزّہٗ۔ و امرہٗ ان یَکسِر نفسہٗ مِنَ الشَّھواتِ ویَزَعھا عندَ الجَمَحاتِ ، فاِنّ النَّفسَ لاَمّارۃٌ با السُّوٓءِ الّا ما رحِمَ اللہُ۔"(23)اور یہ کہ وہ اپنے دل اپنے ہاتھ اور اپنی زبان سے اللہ کی نصرت میں لگے رہیں۔کیونکہ خدائے بزرگ و برتر نے ذمہ لیا ہے کہ جو اس کی مدد کرے گا تو وہ بھی اس کی مدد کرے گا۔اور جو اس کی حمایت کے لیے اٹھ کھڑا ہوگا،وہ اسے عزت و سرفرازی بخشے گا۔

امام کے لیے ضروری ہے کہ وہ سب سے زیادہ اعمال صالحہ بجالانے والا ہو تاکہ عوام کو نیک اور صالح بنا سکے:۔"وانّما یُستدلُّ علی الصالحین بِما یُجرِی اللہُ لھم علی السُنِ عبادِہٖ فلْیکنْ احبّ الذخائِرِالیك ذخیرۃُ العمَلِ الصالِح ۔"(24)بے شک اللہ کے نیک بندوں کا پتہ اسی نیک نامی سے ہی چلتا ہے جو اللہ نے ان کے لیے اپنے بندوں کی زبان پر جاری کیا ہے لہٰذا تمہیں ہر ذخیرے سے زیادہ نیک اور صالح اعمال کا ذخیرہ ہونا چاہیے۔

(۱۱)متکبر نہ ہو

اپنے اندر میں کبھی بھی غرور و تکبر پیدا ہونے نہ دے اگر اس طرح کے خیالات ذہن میں آجائیں تو اس سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتے ہوئے اس کی عظمت کو یاد کرے:۔"واِذا اَحدثَ لك ما انتَ فیہ مِنْ سُلطانِكَ اُبّھۃً او مَخیلۃً فانظرْ الیٰ عِظَمِ مُلكِ اللہِ فوقَكَ و قُدْرتِہٖ مِنْكَ علیٰ مَا تَقدِرُ عَلیہِ مِنْ نفسِك ، فاِنَّ ذالكَ

يُطامِنُ اِليكَ مِنْ طِماحِكَ ويَكفُّ عنْكَ مِنْ غَرْبِكَ ويفيئُ اليكَ بِما عَزَبَ عنْكَ مِنْ عَقْلِكَ ۔"(25)اور کبھی حکومت کی وجہ سے تم میں تمکنت یا غرور پیدا ہو جائے تو اللہ کے ملک کی عظمت کو دیکھنا جو تمہارے اوپر ہے اور خیال کرو کہ وہ تم پر وہ قدرت رکھتا ہے کہ جو خود تم اپنے آپ پر نہیں رکھتے۔ یہ چیز تمہاری رعونت و سرکشی کو دبا دے گی اور تمہاری طغیانی کو روک دے گی، اور تمہاری کھوئی ہوئی عقل کو پلٹا دے گی۔

نہ ہی امام و حاکم ہونے کی وجہ سے خود کو جا کر اللہ تعالیٰ کی عظمت و جلال کے ساتھ ملائے کہ سب کچھ وہی ہے اور اسی کی اطاعت کی جائے:۔"ايّاكَ والمُساماتَ اللهِ فِي عَظَمَتِهِ والتَّشبُّهِ بِهِ فِي جَبروتِهِ فانَّ اللهَ يُذِلُّ كُلَّ جَبَّارٍ ويُهِينُ كلَّ مُختالٍ۔ دیکھو خبردار اپنے آپ کو بڑا تصور نہ کرنا اور خود کو اللہ کی بزرگی و عظمت کے مقابل نہ لانا اور نہ جبروت میں خود کو اس کا مشابہ خیال کرنا کیونکہ کہ خداوند عالم ہر جبّار و مستکبر کو ذلیل و خوار کر کے رکھ دیتا ہے۔

(۱۲) حق پر ثابت قدم ہو

امام ہمیشہ حق پر ثابت قدم رہے اور اسے اس راہ میں جو تکلیفیں اور مصیبتیں پیش آئیں ان کو صبر کرتے ہوئے برداشت کرے:۔"وليسَ يَخرُجُ الوَالِي مِنْ حقيقَةِ مَا اَلْزَمَهُ اللهُ من ذالكَ الاّ بِالاِهتِمامِ و الاِسْتِعانَةِ باللهِ و توطِينِ نفسِهِ علىٰ لُزومِ الحَقِّ والصَّبْرِعليهِ فِيمَا خَفَّ اوَ ثَقُلَ۔" (26)امام و فرمانروائے الٰہی فرائض کی انجام دہی سے عہدہ برآ نہیں ہو سکتا جب تک کہ اس کے عزم و ارادہ میں استحکام نہ ہو، اور نصرت خدا اس کے شامل حال نہ ہو اسے چاہیے کہ ہر حال میں خود کو حق پر ثابت و برقرار رکھے اور اس پر صبر کرے چاہے وہ اس کے لیے آساں ہو یا دشوار۔

*****

حوالہ جات

1-انبیاء: ۷۳

2-قصص: ۴۱

3-مجمع البحرین، ج۱، ص ۱۵

4-القاموس الفقہی، ڈاکٹر سعدی ابو حبیب، ص ۲۴

5-بحار الانوار، ج ۳۲، ص ۳۳۱

6-شیخ محمد عبدہ، نہج البلاغہ، خطبہ ۱۵۲، ج ۲، ص ۴۰-۴۱

7-ایضا، خطبہ ۴۰، ج ۱، ص ۹۱

8-میزان الحکمۃ، ج ۳، ص ۲۳۶۸

9-نہج البلاغہ، خطبہ ۱۴۶، ج ۲، ص ۲۹

10-شیخ محمد عبدہ، نہج البلاغہ، ج ۲، ص ۲۷

11-ایضا، خطبہ ۷۴، ج ۱، ص ۱۲۴

12-ایضا، خطبہ ۱۴۴، ج ۲، ص ۲۷

13-ایضا، خطبہ ۲، ج ۱، ص ۳۰

14-ایضا، خطبہ ۲، ج ۱، ص ۲۹

15-ایضا، خطبہ ۲۳۹، ج ۲، ص ۲۳۲

16-ایضا، خطبہ ۱۰۰، ج ۱، ص ۱۹۴

17-ایضا، خطبہ ۱۵۴، ج ۱۲، ص ۴۳-۴۴

18-ایضا، خطبہ ۱۶۴، ج ۲، ص ۶۹

19-ایضا، خطبہ ۱۳۱، ج ۲، ص ۱۴

20-ایضا، خطبہ ۲۲، ج ۱، ص ۶۰

21-ایضا، خطبہ ۳۸، ج ۱، ص ۱۸۱

22-ایضا مکتوب ۵۳، ج ۳، ص ۸۳

23۔ایضا مکتوب ۵۳، ج ۳، ص ۸۳
24۔ایضا مکتوب ۵۳، ج ۳، ص ۸۳
25۔ایضا مکتوب ۵۳، ج ۳، ص ۸۵
26۔ایضا مکتوب ۵۳، ج ۳، ص ۹۱